# عورت کے مہر کی مقدار اور "شرعی" مہر کا افسانہ

عرفان خالد ڈھلوں
لیکچرار گورنمنٹ کالج راوی روڈ (شاہدرہ) لاہور۔

آج سے تقریباً پانچ سال بعد اکیسویں صدی عیسوی میں داخل ہونے والے انسان نے جہاں مادی ترقی میں اس کی حدوں کو چھولیا ہے اور مزید اختراع و ایجاد کے دروازے کھولتا جاتا ہے وہیں جاہلیت بھی اسی شدومد سے انسان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہی ہے۔ اس جاہلیت کی ایک شکل مسلمانوں کے معاشرے میں غیر اسلامی چیزوں کو اسلامی اور شرعی بنا کر پیش کرنا ہے۔ جس کی ایک مثال عورت کا "شرعی" حق مہر ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایسے بیسیوں واقعات دیکھنے اور سننے کو ملتے ہیں کہ شادی کے موقع پر رسم حنا، سامان جہیز اور سامان بری، بارات اور ولیمہ، باجا، قمقمے اور روشنیوں وغیرہ پر روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور قرض تک لیکر اس موقع پر برادری میں اپنی "عزت" قائم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن نکاح کے وقت جب مہر مقرر کرنے کا مرحلہ آتا ہے تو پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ دلہن کا حق المہر "شرعی" ہوگا اس نام نہاد "شرعی حق المہر" کی مقدار بتیس روپے آٹھ آنے بتائی جاتی ہے۔ شرع کے نام پر بتیس روپے آٹھ آنے کو مہر مقرر کرنے پر عموماً کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں ہوتی۔ ایک طرف تو لڑکی کے والدین سے زیادہ جہیز کا تقاضا یا امید کی جاتی ہے جو کہ نہ صرف غیر اسلامی بلکہ ایک ظالمانہ رویہ ہے دوسری طرف "شرعی" مہر کے نام پر بتیس روپے آٹھ آنے دلہن کے ہاتھ میں تھما کر اسے خریدی ہوئی متاع سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عورت کو مہر کا حق عطا کیا ہے۔ پاکستان کی اکثر خواتین اسلام کے عطا کردہ حقوق سے لاعلم ہیں۔ بیشتر علاقوں میں دانستہ عورت کو علم سے محروم رکھا جاتا ہے یا دھونس سے اس کے حقوق چھین لیے جاتے ہیں۔ انہی حقوق میں سے ایک مہر کا حق ہے۔

آئندہ صفحات میں قرآن وسنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ عورت کا مہر کیا ہوتا ہے۔ اس کی مقدار کتنی ہے اور "شرعی" مہر جیسا گمراہ تصور ہماری معاشرتی زندگی میں کہاں سے در آیا ہے۔

# مہر کی تعریف

قرآن مجید میں مہر کے چار نام آتے ہیں:

۱. الصداق

۲. النحلة واتواالنساء صدقاتهن نحلة(۱)

۳. الأجر وآتواهن اجورهن بالمعروف(۲)

۴. الفريضه وقد فرضتم لهن فريضة(۳)

احادیث میں مہر کے بارے میں تین نام استعمال ہوئے ہیں:

۱. المهر فان اصابهافلهامهرهابمااصاب منها(۴)

۲. العليقة ادوا العلائق(۵)

۳. العقر عقرنسائها(٦)

یوں قرآن اور احادیث میں مہر کے سات مختلف نام ہیں۔

مہر کی تعریف میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ان کی اکثریت اسے بدل البضع یعنی شرمگاہ کا بدل قرار دیتی ہے جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک یہ عورت سے جسمانی استمتاع کا بدل نہیں بلکہ ایک فرض ہے جو عورت کی عزت وشرف کے اظہار کیلئے شوہر پر عائد کیا گیا ہے۔

جوفقہاء مہر کو بدل البضع قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک نکاح میں مہر کی وہی حیثیت ہے جو بیع یعنی خریدوفروخت میں قیمت کی ہے(۷)

مثلاً حنفی فقیہہ ابن عابدین مہر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسم للمال الذى يجب فى عقد النكاح على الزوج فى مقابلة البضع(۸)

مہر اس مال کا نام ہے جو عورت کی شرمگاہ کے بدلے شوہر پر واجب ہوتا ہے۔

اس سے ملتے جلتے الفاظ ابن الھمام نے فتح القدیر میں استعمال کیے ہیں(۹)

حاشیۃ الدسوقی، اور، الخرشی، میں لکھا ہے:

الصداق كا لثمن(۱۰)

مہر قیمت کی مانند ہے

الکافی میں ہے: ولانہ بدل منفعتھا(۱۱)

مہر کو عورت سے جسمانی منفعت کا بدل قرار دینےوالے فقہاء قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتےہیں:

احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا بأموالکم محصنین غیر مصافحین فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فریضة(۱۲)

ان کے سوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے بشرطیکہ حصادر نکاح میں ان کو محفوظ کرو پھر جوازدواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤاس کے بدلے ان کے مہر بطور فرض کے ادا کرو۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مہر شرمگاہ کا بدل ہے۔ کیونکہ جو چیز منفعت کے مقابل ہواسے ہی اجر کہاجاتا ہے(۱۳)اور اس آیت میں اجور ادا کرنے کوکہا گیا ہے۔

فقہاء کا دوسرا گروہ مہر کو عورت سے جسمانی لطف کے حصول کا بدل قرار دینے کی بجائے اسے لازمی ھدیہ اور ایک فریضہ کا نام دیتا ہے۔ جو عورت کی عزت و توقیر اور اس کی مالی کفالت کی علامت کے طور پر شوہر اسے ادا کرتا ہے(۱۴)

ان کے استدلال کی بنیاد یہ قرآنی آیت ہے:

واتوالنساء صدقاتهن نحلة(۱۵)

اور عورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ(فرض جانتے ہوئے)ادا کرو۔

لفظ "نحلۃ" کا لغوی معنی عطا کرنا ہے۔ "نحلت فلاناشیاً اعطیتہ یعنی میں نے اسے عطا کیا۔ لھذا مہر اللہ کی طرف سے عورت کو عطیہ ہے(۱۶)اس آیت کی تفسیر مین حضرت ابن عباس رحمہ اللہ قتادہ ابن زید اور ابن جریج وغیرہ کہتےہیں کہ اس آیت میں شوہروں کو خطاب کیا گیا ہے۔ اللہ تعالی نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ خوشی کے ساتھ اور بطور تبرع اپنی بیویوں کومہر ادا کریں(۱۷)لفظ "نحلۃ" کے لغوی معنی یہ بھی بیان کئے گئےہیں۔

العطية الخالية من العوض(۱۸)

ایسا عطیہ جو کسی قسم کے عوض سے خالی ہو۔

مہر کی تعریف کرتےہوئے دونوں گروہوں نے اپنی اپنی تعریف کی حمایت میں قرآن مجید کی آیت کو دلیل بنایا ہے۔ مہر کو بدل البضع یعنی شرمگاہ کا بدل قرار دینے والوں

نے قرآنی آیت کے الفاظ "استمتاع" اور "اجور" کو مدِ نظر رکھا۔ اس کے برعکس مہر کو عطیہ اور فریضہ کا نام دینے والے فقہاء نے قرآنی آیت کے لفظ "نحلۃ" کو بنیاد بنایا ہے۔ یہ دونوں ہی قرآنی آیات ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حکم یا عمل کے منسوخ ہونے کے بارے میں کوئی اختلافی بحث نہی ہے اور نہ ہی یہاں عام اور خاص یا مطلق ومقید کی کوئی پیچیدگی پائی جاتی ہے۔ اس لئے مہر کی تعریف کرتے وقت "استمتاع" اور "اجور" کے الفاظ پر زور دیتے ہوئے لفظ "نحلۃ" کو نظر انداز کرنا نہیں چاہیے اور نہ "نحلۃ" ہی کو اہم جانتے ہوئے "استمتاع" اور "اجور" کے الفاظ کو غیر اہم قرار دینا چاہیے، بلکہ دونوں قرآنی آیات کو ساتھ ساتھ لے کر چلنا ہوگا۔ لہذا یہ بات زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ لفظ "مہر" کو عورت سے حصول منفعت جسمانی کا بدل قرار دینے تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ یہ لفظ معنی کے اعتبار سے اس سے زیادہ جامع ہے۔

مزید یہ کہ مہر کو صرف "بدل البضع" قرار دینے کی تعریف میں قرآنی اعتبار سے ایک نقص بھی نظر آتا ہے۔ مہر کی ادائیگی کی جو مختلف حالتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن کی رو سے اس حالت میں مہر ادا کرنا فرض ہوجاتا ہے لیکن مرد نے عورت سے کوئی لطف حاصل نہیں کیا ہوتا۔ مثلاً اگر نکاح میں مہر مقرر ہوا لیکن خلوتِ صحیحہ سے قبل ہی طلاق واقع ہوجائے تو اس صورت میں مرد عورت کو مقررشدہ مہر کا نصف ادا کرے گا۔ قرآن مجید کی آیت ہے:

وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقدفرضتم لھن فریضۃ فنصف مافرضتم(۱۹)

اور اگر تم نے ان کو ہاتھ لگنے سے پہلے طلاق دے دی ہو لیکن مہر مقرر کیا جاچکا ہو تو اس صورت میں نصف مہر ادا کرنا ہوگا۔

اگر نکاح کو بیع یعنی فروخت کی مانند اور مہر کو قیمت قرار دے دیا جائے یا مہر کو محض عورت سے جسمانی لطف کے حصول کا معاوضہ ہی تسلیم کیا جائے تو پھر مندرجہ بالا حالت میں مرد پر نصف مہر کی ادائیگی لازم نہیں ہونی چاہیے۔ مرد نصف مہر کس بات کا ادا کرے اس نے تو عورت سے کوئی چیز حاصل نہیں کی۔ لیکن قرآن کا یہ حکم ہے کہ نصف مہر ادا کیا جائے۔ یہاں یہ بات بالکل واضح نظر آتی ہے کہ نصف مہر کی ادائیگی کا حکم عورت کی عزت وتکریم کی خاطر دیا گیا ہے۔ ایک عورت مرد کے عقد نکاح میں آئی، اس کے نام سے

منسوب ہوئی۔ اب اگر طلاق ہوجائے اور صحبت نہ بھی ہوئی ہو تو عورت کو نصف مہر ادا کیا جائے گا۔ یہ نصف مہر یقیناً کسی چیز کا بدل یا معاوضہ نہیں ہے بلکہ عطیہ ہے اور عطیہ احترام اور عزت کے جذبات سے دیا جاتا ہے۔

لہذا مہر "بدل البضع" اور "اجر" ہی نہیں بلکہ "صداق" اور "نحلۃ" بھی ہے۔ یہ عورت سے جسمانی استمتاع کا بدل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی عزت واحترام کے اظہار اور اس کی مالی کفالت پر رضامندی کی علامت کا نام بھی ہے اس لئے کہ مرد کو عورت کی تمام مالی ضروریات کی کفالت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

**الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم (۲۰)**

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

مہر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی ادائیگی لازمی ہے خواہ اس کا تعین نکاح کے وقت نہ ہوا ہو یا مرد اور عورت دونوں بوقت نکاح مہر نہ ہونے پر متفق ہوں اس صورت میں نکاح تو درست ہو گا لیکن مرد پر مہر مثل فرض ہوگا۔ مہر کی ادائیگی میں چھوٹ کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ عورت از خود برضاء ورغبت اور بغیر کسی جبر واکراہ کے مہر معاف کردے۔

قبل از اسلام کے جاہلی دور میں لڑکی کا باپ مہر کی رقم اپنے پاس رکھ لیتا تھا۔ مہر کو لڑکی کی قیمت تصور کیا جاتا تھا۔ جسے وہ لڑکی کی پرورش پر اٹھنے والے اخراجات کے طور پر بھی وصول کرتا تھا۔ سب سے پہلے اسلام نے عورت کو مہر کی ملکیت کا حق واپس دلایا اور عورت کو مہر سے محروم رکھنے کے تمام طریقوں کو ختم کیا۔

قرآن مجید کی آیت ہے:

**وآتوا النساء صدقاتھن نحلۃ (۲۱)**

عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو۔

مہر کی اضافت میں لفظ "صدقاتھن" استعمال ہوا ہے۔ یعنی عورتوں کے مہر، مہر کی اضافت عورتوں کی طرف ہے۔ عورت ہی اپنے مہر کی مالکہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أیماامرأة نکحت علی صداق أو حیاء أوعدة قبل عصمة النکاح فهو لها(۲۲)

جس عورت نے مہر یا بخشش پر یا بخشش کے وعدہ پر نکاح کیا تو یہ سب چیزیں عورت کی ہیں۔

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت(وآتواالنساء صدقاتھن نحلة) کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے۔ دورِ جاہلیت میں ولی ہی عورت کا مہر وصول کرتا تھا اور عورت کو کچھ بھی نہیں دیتا تھا۔ لہذا قرآنِ مجید نے انہیں اس فعل سے منع کیا اور انہیں حکم دیا کہ مہر عورتوں کو دو(۲۳)

آج بھی ہمارے معاشرے کے بعض علاقوں میں لڑکی کی شادی کو منافع بخش تجارت سمجھا جاتا ہے۔ لڑکی کے والدین یا ولی مہر کو لڑکی کی قیمت کے طور پر وصول کرتے ہیں۔ انسانی معاشرے میں جہاں لڑکی کو باعث عار سمجھ کر زندہ گاڑ دینے کی مثالیں تاریخ میں محفوظ ہیں وہیں اسے مالی منفعت کا ذریعہ جانتے ہوئے پالنے اور پھر بیاہ کر نفع کمانے کے واقعات بھی ملتے ہیں۔

اسلام بیٹی کو نہ تو باعث عار گردانتا ہے اور نہ ہی اسے منافع بخش کاروبار کا ذریعہ۔ اسلام نے بیٹی کو جو شرف ومقام عطا کیا ہے اس کا اندازہ نبی اکرم ﷺ کے اس ایک فرمان مبارک سے ہی ہوجاتا ہے۔ حضرت ابو سعید الخدری فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من کانت له ثلاث بنات او ثلاث اخوات اوبنتان او اختان فأحسن صحبتهن واتقی الله فیهن فله الجنة(۲۴)

جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں پھر اس نے اچھی طرح ان کا ساتھ دیا اور ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرا۔ پس اس کے لئے جنت ہے۔

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

من عال جاریتین دخلت انا وهو الجنة کهاتین واشارباصبعیه(۲۵)

جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی تو میں اور وہ دونوں اس طرح اکٹھے جنت میں داخل ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا(یعنی کلمہ اور بیچ کی انگلی)

## مہر کی مقدار

مہر کی مقدار کے بارے میں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ زیادہ سے زیادہ کتنی مالیت کا ہوسکتا ہے اور

۲۔ اس کی کم از کم مقدار کیا ہے۔

**مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار:** جہاں تک مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کا تعلق ہے اس ضمن میں قرآن اور حدیث دونوں سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کی زیادہ سے زیادہ مالیت کی کوئی حد نہیں ہے۔

قرآن مجید کی آیت ہے:

وان اردتم استبدال زوج مکان روج وآتیتم احدا هن قنطارا فلا تأخذوا منه شیئا(۲۶)

اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کر ہی لو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سارا مال ہی کیوں نہ دیا ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔

اس آیت سے مہر کے زیادہ ہونے کا جواز ملتا ہے۔

قرآن مجید کی ایک اور آیت ہے:

**احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا بأموالکم محصنین غیر مصافحین(۲۷)**

ان کے سوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے بشرطیکہ حصارِ نکاح میں ان کو محفوظ کرو۔

اس آیت میں بھی "اموال" کا لفظ مطلق ہے۔ کسی حد سے مقید نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی بیویوں کے مہر مختلف تھے۔ کسی کا مہر زیادہ تھا اور کسی کا کم۔

آپ ﷺ نے جب حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا تو آپ نے حضرت خدیجہؓ کو بطور مہر بیس جوان اونٹنیاں دی تھیں(۲۸) عرب معاشرے میں اس وقت سب سے قیمتی چیز جوان اونٹنی ہوتی تھی۔

حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کے وقت جو مہر ادا کیا وہ گھر کے کچھ اسباب

وسامان تھے جن کی قیمت پچاس درہم تھی(۲۹)ایک روایت میں ہے: حضرت عائشہؓ کا مہر چار سو درہم تھا(۳۰)

آپ ﷺ کے حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ عقد نکاح کے موقع پر چار ہزار درہم مہر مقرر کیا گیا تھا(۳۱)

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے:

کان صداقه فی ازواجه اثنتی عشرة اوقیة ونشاهل تدری ماالنش هو نصف اوقیة. وذلک خمس مائة درهم(۳۲)

آپ ﷺ کی بیویوں کا مہر بارہ اوقیہ چاندی اور ایک نش تھا۔ تم جانتے ہو نش کیا ہے۔ وہ آدھا اوقیہ ہے۔اور یہ پانچ سو درہم ہوئے۔

حضور ﷺ کی ایک بیٹی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح جب حضرت عثمانؓ سے ہوا تو مہر پانچ سو درہم طے ہوا تھا(۳۳)حضرت علیؓ نے اپنی حطمی زرہ حضرت فاطمہؓ کو مہر میں دی تھی(۳۴) یہ زرہ پانچ سو درہم میں فروخت ہوئی تھی(۳۵)ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو بارہ سوا اوقیہ مہر میں دیا تھا(۳۶)

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت سے بھی مہر کے کثیر ہونے کا جواز ملتا ہے۔ آپ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا میں نے انصار کی عورت سے عقد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے اس لئے کہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب بھی ہوتا ہے۔ اس نے کہا میں نے دیکھ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کتنے مہر پر عقد کیا ہے۔ اس نے کہا چار اوقیہ چاندی پر۔ آپ نے فرمایا:

علی اربع اواق کأنما ینحتون الفضة من عرض هذا الجبل(۳۷)

چار اوقیہ پر گویا تم لوگ اس پہاڑ سے چاندی کھودلاتے ہو(یعنی جبھی تو اتنا زیادہ مہر باندھتے ہو)

اسی طرح ابن العربی، عقبہ بن عامر کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی اور ایک عورت کا نکاح کرایا۔اور مہر نہیں لکھا گیا تھا۔اور نہ ہی شوہر نے بیوی کو کچھ دیا تھا۔ وہ شخص حدیبیہ میں شریک ہوا اور خیبر سے اپنا حصہ وصول کیا۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے کہا کہ حضور ﷺ نے فلانہ سے میرا نکاح فرمایا اور مہر معین نہ کیا نہ میں نے اسے

کچھ دیا۔ میں اسے مہر کے طور پر خیبر کا حصہ دیتا ہوں۔ عورت نے وہ حصہ لے کر بیچا تو وہ ایک سو ہزار (مائۃ الف) یعنی ایک لاکھ ہوا (۳۸

دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں بھاری مہر باندھنے پر تشویش کا اظہار فرمایا تھا۔ اس وقت عورتوں نے بہت زیادہ مہر طلب کرنا شروع کردیئے تھے۔ جس کی وجہ سے یہ معاشرتی خرابی پیدا ہو گئی تھی کہ مالی طور پر تنگدست اور بہت زیادہ مالیت کے مہر ادا کرنے کی سکت نہ رکھنے والے نوجوان نکاح سے محروم رہ جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے شاید زیادہ سے زیادہ مہر کی حد مقرر کرنا چاہی۔ انہوں نے ایک مرتبہ مجمع عام میں بھاری مہر باندھنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن حضرت عمرؓ کی مخالفت ایک عورت نے سرِعام کی اور کہا:

لیس ذلکَ لکَ یاعمر (۳۹)

اے عمر آپ کو اس کا اختیار نہیں

اس عورت نے مزید کہا

"یعطیناالله وتحرمناأليس الله سبحانه وتعالى يقول(وآتيتم احداهن قنطارا...."(۴۰)

(یہ حق) ہمیں اللہ تعالی نے دیا ہے اور آپ ہمیں اس سے محروم کر رہے ہیں۔ کیا اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا: اور تم اسے ڈھیر سارا مال دے چکے ہو۔۔۔

عورت کی بات کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا:

امرأاصابت ورجل اخطأ (۴۱)

عورت نے درست کیا اور مرد نے غلطی کی

حضرت عمرؓ نے اس موقع پر جو جملے ادا فرمائے تھے ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کا ارادہ زیادہ مہر باندھنے پر پابندی لگانے کا نہیں تھا بلکہ وہ اس بات کی ترغیب دینا چاہیتے تھے کہ بھاری مہر نہ باندھے جائیں۔

آپ نے فرمایا تھا:

ألا لا تغالوا صداق النساء فانهالو كانت مكرمة فى الدنياو تقوى عند الله لكان او لاكم لها النبى صلى اللهعليه وسلم ما اصدق رسول اللهصلى اللهعليه وسلم امرأة من نسائه ولا اصدقت امرأة من بناته اكثر من ثنتى عشرة اوقيه(۴۲)

خبردار رہو۔ عورتوں کے بھاری مہر مت باندھا کرو کیونکہ بھاری مہر باندھنا بزرگی کا سبب ہوتا دنیا میں یا اللہ کے نزدیک پرہیزگاری کا تو تم میں لائق تر اس کے نبی ہوتے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر نہ اپنی کسی بیوی کا باندھا اور نہ اپنی کسی بیٹی کا۔

حضرت عمرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی ایک بیٹی کے نکاح کے موقع پر ایک ہزار دینار مہر باندھا تھا (۴۳)

لہذا مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار پر قرآن وحدیث نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔ شریعت اسلامی عورت کو یہ حق عطا کرتی ہے کہ وہ اپنے خاندانی ومعاشرتی مقام ومرتبہ کے لحاظ سے مہر طلب کرے۔ البتہ اسلام ہر چیز میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

خیر الامور اوسطھا (۴۴)

بہترین کام میانہ روی کے ہیں

پس مہر باندھنے میں بھی میانہ روی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ مہر اتنا زیادہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی ادائیگی مرد کی مالی استطاعت سے باہر ہو۔ ایسی مثالیں بھی دیکھنے اور سننے میں آتی ہیں کہ لاکھوں کی رقم کے مہر مؤجل طے کئے جاتے ہیں مرد ان بھاری مہر مؤجل پر یہ خیال کر کے رضامندی کا اظہار کردیتے ہیں کہ یہ رقم ادا نہیں کرنی پڑے گی اور ایسا صرف لکھنے کی حد تک ہے۔ لہذا مہر اگر لاکھوں میں بھی طلب کیا جارہا ہے تو لکھ دینے میں کیا حرج ہے۔ جبکہ قرآن شوہروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو مہر خوشدلی کے ساتھ اور فریضہ جانتے ہوئے ادا کریں۔ لہذا اگر مہر طلب کرنے میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لیا جائے تو جھوٹ لکھنے اور بولنے کی قباحتوں سے بچا جاسکتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں بعض اوقات بھاری مؤجل مہر اس خیال سے بھی باندھے جاتے ہیں کہ مرد کچھ بوجھ محسوس کرے تاکہ بھاری مہر ادا کرنے کے خوف کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دینے سے باز رہے ارو بھاری مہر نکاح کے بندھن کو قائم رکھے۔ لیکن صرف بھاری مہر ہی ازدواجی زندگی کی کامیابی کی ضمانت نہیں ہوتے۔ اسے کامیاب بنانے کیلئے اور بھی بہت سارے عوامل کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جن میں سے بعض نکاح سے پہلے رشتہ ڈھونڈنے اور لڑکا و لڑکی میں کفأت وغیرہ جیسے امور ہیں اور دیگر کا تعلق نکاح سے بعد والی

ازدواجی زندگی سے ہے۔ بعض اوقات بھاری مہر ہی عورت اور مرد کی ازدواجی زندگی میں بھاری پتھر ثابت ہوتا ہے۔اگر میاں بیوی کے درمیان ناہمواریوں اور تلخیوں کی خلیج حائل ہوجائے وہ ایک دوسرے کے ساتھ نہ رہنا چاہیں تب بھی وہ اکٹھے رہنے پر مجبور ہیں۔لیکن اگر مرد مہر کی رقم ادا کرسکنے کے قابل ہوتا تو اس صورت حال میں یہ بات دونوں کے حق میں بہتر ہوتی کہ ان میں طلاق ہوجائے اور وہ دونوں کہیں اور شادی کر کے خوشگوار زندگی بسر کریں۔

## مہر کی کم از کم مقدار

عورت کے مہر کی کم از کم مقدار کے بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے

۱۔ فقہاء کا ایک گروہ مہر کی کم از کم مقدار کا قائل ہے۔ ان کے نزدیک دس درہم یا اس کے مساوی مال سے کم کا مہر درست نہیں ہوگا۔وہ اپنے مؤقف کی حمایت میں قرآن و حدیث اور قیاس تینوں سے استدلال کرتے ہی۔ ان فقہاء میں امام ابوحنیفہ،امام ابویوسف،امام محمد،امام زفر،امام ابراہیم،الحسن بن زیاد اور الشعبی رحمھم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار پانچ درہم ہے۔ سعید بن جبیر پچاس درہم اور ابراہیم نخعی چالیس درہم کے قائل ہیں(۴۶)اگر اس سے کم مہر باندھا گیا تب بھی کم از کم اتنا مہر ضرور ادا کرنا ہوگا۔

لہذا احناف کے ہاں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم یا اس کے مساوی مال ہے۔ کم از کم دس درہم کی مالیت کے مہر کے بارے میں حنفی فقہاء کا یہی فتوی ہے جسے آج بعض لوگ "شرعی" مہر کے طور پر پیش کرتے ہیں۔فقہاء نے مہر کی کم از کم مقدار کا فتوی اس لئے دیا کہ مہر معمولی اور بے وقعت ہو کر نہ رہ جائے لیکن بعض یار لوگوں نے اس فتوی کو حتمی قرار دیتے ہوئے دس درہم یا اس کی مالیت بتیس روپے آٹھ آنے کو ہی عورت کے مقدر میں لکھ دیا کہ یہی اس کا زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم "شرعی" مہر ہے۔ حالانکہ کم از کم مقدار کا فتوی ایک طرح کی حد بندی ہے۔ یہ فتوی بذات خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مہر اس سے زیادہ مالیت کا ہونا چاہیے۔لطف کی بات یہ ہے کہ کاروباری دنیا میں کرنسی میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ دو مختلف کرنسیوں کے شرح تبادلہ میں بھی فرق آتا رہتا ہے۔خدا

معلوم کتنا عرصہ پہلے دس درہم پاکستانی کرنسی میں بتیس روپے آٹھ آنے تھا ہر چیز کی قیمت بڑھ گئی ہے لیکن دس درہم ابھی تک بتیس روپے آٹھ آنے کے برابر ہی ہیں۔اگر فی الحال دس درہم کو مہر کی کم از کم مقدار تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس کی قیمت بھی آج کل بتیس روپے آٹھ آنے نہیں بنتی۔ زکواۃ و عشر آرڈیننس نمبرxviii مجریہ ۱۹۸۰ء کے آرٹیکل2(XVa) کے تحت چاندی کے نصاب دوسو درہم کو ۳۲۔۶۱۲ گرام وزن چاندی کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ یکم رمضان ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء کو زکواۃ کا نصاب ۴۵۰۰ روپے مقرر کیا گیا تھا اس اعتبار سے دس درہم ۶۱۶۔۳۰ گرام چاندی کے مساوی ہیں جن کی قیمت تقریباً ۲۲۵ روپے بنتی ہے۔

۲۔ فقہاء کا دوسرا گروہ اس رائے کا حامی ہے کہ جس طرح مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار پر کوئی قدغن نہیں ہے اسی طرح اس ک کم از کم مقدار کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ اس گروہ میں امام شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق، ابوسعید الخدری، الحسن۔ سعید بن المسیب، ابن وھب ابو ثور، عطا، ابن ابی لیلی، اللیث، الثوری، عمرو بن دینار، الاوزاعی اور داؤد وغیرہ شامل ہیں (۴۷)

فقہاء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے اس بارے میں کوئی صحیح اور قطعی نص نہیں ملتی جو احادیث ملتی ہیں اصولِ روایت کے تحت ان کے سلسلہ اسناد پر تنقید کی گئی ہے۔

## مہر کی کم از کم مقدار ہونے کے دلائل اور ان کا تجزیہ

حنفی اور مالکی مکتب سے تعلق رکھنے والے فقہاء عورت کے مہر کی کم از کم مقدار کے قائل ہیں البتہ احناف کے ہاں یہ مقدار دس درہم یا اس کے مساوی مال ہے۔ جبکہ مالکیہ یہ حد ربع دینار یا تین درہم یا اس کے مساوی مال قرار دیتے ہیں۔اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مہر کی کم از کم مقدار کو چوری میں حد جاری کرنیکلئے نصاب مال پر قیاس کیا ہے۔ احناف کے ہاں چوری کے مال کا کم از کم نصاب دس درہم ہے جبکہ مالکی فقہاء ربع دینار یا تین درہم کو نصاب قرار دیتے ہیں۔ان حضرات کے مشہور دلائل یہ ہیں:

۱۔ قرآن مجید کی آیت

احل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا بأموالکم محصنین غیر مصافحین(۴۸)

ان کے سوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے بشرطیکہ حصادر نکاح میں ان کو محفوظ کرو۔

اس آیت میں عورتوں کے ساتھ نکاح کو اپنے اموال خرچ کرنے سے مقید کردیا گیا ہے۔ لہذا جس نکاح میں مال یا کوئی ایسی چیز جسے معروف معنی میں مال کہا جاسکے بطور مہر نہیں ہوگا۔وہ نکاح فاسد ہوگا۔ یہ آیت جہاں مہر کے لازم ہونے کو ثابت کرتی ہے وہیں اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ مہر وہی چیز ہوگی جو مال کہلاسکے۔ بظاہر اس آیت کا تقاضا یہی ہے کہ ایک یا دو درہم مال نہیں کہلائیں گے۔(۴۹)جصاص نے لکھا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دس درہم کی رقم بھی مال نہیں ہے بلکہ یہ ایک معمولی رقم ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر یہی نظر آتا ہے لیکن ہم نے بالاتفاق دس درہم کو بطور مہر جائز قرار دے دیا ہے۔ اس ضمن میں وہ یہ اصول بیان کرتے ہیں:

وجائز تخصیص الایة بالاجماع(۵۰)

اجماع کے ساتھ کسی قرآنی آیت کو خاص کردینا جائز ہے

۲۔ حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے جو مصنف عبد الرزاق میں درج ہے۔

لایکون المہر اقل من عشرۃ دراہم(۵۱)

دو درہم سے کم مہر نہیں ہوگا۔

دار قطنی میں اس کے الفاظ یوں ہیں

لایکون مهرا اقل من عشرة دراهم(۵۲)

۳۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ولا مهر دون عشرة دراهم(۵۳)

اور دس درہم سے کم مہر نہیں ہوگا۔

۴۔ شریعت اسلامی نے جسم انسانی کے کسی عضو کے مباح ہونے کیلئے کوئی نہ کوئی وجہ مقرر کی ہوئی ہے۔ جیسے ہاتھ ایک عضو محترم ہے اس کو ناحق نقصان پہنچانا حرام ہے لیکن اگر کسی شخص پر مقررہ نصاب مال کے چوری ہونے کا الزام ثابت ہوجائے تو اس کا

ہاتھ سزا کے طور پر کاٹ دیا جائے گا۔ اسی طرح عورت کی شرمگاہ بھی محترم عضو ہے۔ لیکن بطور مہر مال خرچ کرنے سے یہ عضو شوہر کیلئے مباح ہوجاتا ہے۔ احناف نے عورت کی شرمگاہ کے مباح ہونے کیلئے مطلوبہ مقدار مال کو چوری کے نصاب مال پر قیاس کیا ہے ان کے نزدیک چوری میں ہاتھ کاٹنے کیلئے کم از کم نصاب مال مسروقہ دس درہم ہے لہذا مہر کی کم از کم مقدار بھی دس درہم ہو گی (۵۴)

حضرت ابن عباس کی روایت ہے:

**قطع رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم فی مجن قیمته دیناراً او عشرة دراھم(۵۵)**

رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی، کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نافذ کی جبکہ مالکؒ کے نزدیک نصاب سرقہ ربع دینار یا تین درھم ہے اس لئے مہر کی کم از کم مقدار بھی ربع دینار یا تین درہم ہو گی (۵۶)

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

**تقطع ید السارق فی ربع دینار فصاعدا (۵۷)**

ربع دینار یا اس سے زیادہ کے چوری ہونے پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ایسا ہی حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے روایت ہے (۵۸)

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطع فی مجن ثمنہ ثلاثۃ دراھم (۵۹)

چوری میں مال کے نصاب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کم از کم کتنا مال لائق احترام ہے۔ لہذا دس درہم / تین درہم یا ربع دینار وہ مقدار ہے جس کی قدر کو تسلیم کیا گیا ہے اور جس کے چرانے پر چور حد شرعی کا سزا وار ہو گا لہذا یہی کم از کم مقدار مہر کیلئے ہے کیونکہ اسی مقدار کو مال تسلیم کیا گیا ہے۔

## تجزیہ

۱۔ آیت مذکورہ میں لفظ "اموالکم" (یعنی تمہارے اموال) سے کوئی بھی مال شرعی مراد ہے۔ یہاں مال کی تخصیص نہ تو کسی جنس کے اعتبار سے ہے اور نہ ہی مقدار کے اعتبار سے۔ یہ مال سونا، چاندی، کرنسی، مویشی، لکڑی، جائیداد منقولہ و غیر منقولہ غرض کوئی بھی ایسی چیز ہو سکتی ہے جس کی طرف لوگ مائل ہوں جس کی لوگوں کے نزدیک قدر ہو۔ اسی طرح یہ

مال مقدار میں قلیل بھی ہوسکتا ہے اور کثیر بھی۔ ہمیں قرآنی متن کے قریب تر رہنا چاہیے۔ جس کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت جن اموال کے خرچ کرنے کا ذکر کر رہی ہے وہ حکم کے اعتبار سے عام ہیں۔ لوگوں کے پاس جو اموال ہیں انہیں خرچ کر کے حلال عورتوں سے نکاح کریں۔

جہاں تک اجماع کے ذریعے اس آیت کی تخصیص کا دعویٰ ہے کہ مال کو اجماع کے ذریعے دس درہم سے خاص کردیا گیا ہے، یہ دعویٰ درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اجماع کسی امر کے حکم شرعی پر تمام مجتہدین کے اتفاق کرلینے کا نام ہے۔ اور اگر اس امر کے شرعی حکم ہونے میں بعض مجتہدین کا اختلاف پایا جاتا ہو تو یہ اجماع کی تعریف میں نہیں آئے گا بلکہ کچھ فقہاء کی فقہی رائے ہوگی۔ قرآن مجید کی آیت (ان تبتغوا باموالکم) کے لفظ "اموال" کے عام کو دس درہم پر خاص کرنے پر حنفی فقہاء کا اتفاق ہے جبکہ دیگر فقہی مکاتب اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اس تخصیص کو حنفی اجماع کا نام بھی نہیں دیا جاسکتا بلکہ حنفی فقہاء کا اتفاق ہی کہیں گے اور ایسا اتفاق اجماع جیسی صلاحیت نہیں رکھتا۔ لہذا اس آیت کی تخصیص کے دعویٰ کیلئے اجماع کی دلیل درست نہیں معلوم ہوتی۔

۲ حضرت علیؓ کی روایت (لایکون المھر اقل من عشرۃ دراھم) موقوف حدیث ہے یعنی قول صحابی ہے۔ عبدالرزاق نے اسے شریک، داود الزعفرانی اور شعبی سے روایت کیا ہے۔ اور دار قطنی نے اس قول کو محمد بن ربیعہ، داود الاودی اور شعبی سے روایت کیا ہے۔ دار قطنی میں ابن حبان کا قول درج ہے کہ اس کی سند میں داود الاودی ضعیف راوی ہے اور شعبی کی حضرت علیؓ سے سماعت ثابت نہیں ہے (۶۰) نصب الرایۃ میں ہے کہ دار قطنی نے اس روایت کو جویبر، الضحاکؒ، النزال بن سبرۃ، حضرت علیؓ سے بھی نکالا ہے اور یہاں جویبر ضعیف راوی ہے (۶۱) الزیلعی نے کہا ہے کہ دار قطنی نے اس قول کو ضحاکؒ سے دو طریقوں سے نکالا ہے ایک میں جویبر ہے وہ ضعیف راوی ہے اور دوسرے میں محمد بن مروان ابو جعفر ہے وہ بھی ضعیف راوی ہے جسے ذھبی نے غیر معروف قرار دیا ہے (۶۲)

ابن حبان کے نزدیک شعبی کی حضرت علیؓ سے سماعت ثابت نہیں ہے اور اس نے داود الاودی کو ضعیف راوی قرار دیا۔ لیکن ابن حبان کی رائے کے برعکس الخطیب کا قول ہے کہ شعبی کی حضرت علیؓ سے سماعت ثابت ہے (۶۳) اسی طرح ایک رائے یہ بھی ہے

کہ اگرچہ داود الاودی پر ضعیف ہونے کا بعض لوگوں نے الزام لگایا ہے لیکن شعبہ اور سفیان نے داود الاودی سے روایت کیا ہے اور شعبہ صرف ثقہ لوگوں سے ہی روایت کرتے ہیں(۶۴)

بہر حال یہ بات تو نظر آتی ہے کہ حضرت علیؓ کے اس قول کے اسناد کی صحت کسی قسم کے الزام سے بری نہیں ہے بلکہ علماء رجال نے اس کے بعض راویوں کو ضعیف کہا ہے۔ حضرت علیؓ کا یہ قول ضعیف حدیث ہے۔ اس کے باوجود احناف اس ضعیف حدیث کو حجت تسلیم کرتے ہوئے مہر کی کم از کم مقدار کو دس درہم ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ ضعیف حدیث ہے لیکن بہت سے طرق سے نقل ہوئی ہے اور اگر ایک ضعیف حدیث متعدد طرق سے نقل ہو تو وہ حسن کا درجہ حاصل کرلیتی ہے بشرطیکہ یہ ضعف بغیر کسی فسق کے ہو(۶۵) لیکن ضعیف حدیث بہرحال صحیح حدیث کا درجہ حاصل نہیں سکتی۔ ضعیف حدیث کی اس حجیت پر دوسروں کو اعتراض ہے۔ بعض اس پر عمل کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا صرف اعمال کی فضیلت بیان کرنے میں مستحب ہے اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ضعیف غیر شدید ہو اور محض احتیاط کے تقاضوں کی خاطر اس پر عمل کیا جائے گا(۶۶)

۳۔ جہاں تک حضرت جابر بن عبداللہؓ کی حدیث(ولامهر دون عشرة دراهم) کا تعلق ہے اس کے اسناد بھی ضعف کے الزام سے خالی نہیں اس کے راویوں میں مبشر بن عبید، الحجاج بن ارطاة، عطاء، عمرو بن دینار کے نام آتے ہیں ان میں مبشر بن عبید متروک الحدیث ہے اس کی احادیث کی اتباع نہیں کی جاتی۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ مبشر بن عبید کی احادیث جھوٹی اور من گھڑت ہوتی ہیں(۶۷) الحجاج بن ارطاة بھی ضعیف راوی ہے اور ضعیف راویوں سے تدلیس بھی کرتا ہے(۶۸) البیہقی نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے(۶۹) المحلی میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے،مکذوب بلاشک،(۷۰)

البتہ "نصب الرایۃ" میں اس حدیث کے تحت حاشیہ میں لکھا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی اس روایت کے یہ اسناد بھی ہیں: عمرو بن عبداللہ الاودی، وکیع بن عباد بن منصور، القاسم بن محمد اور جابر بن عبداللہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ اس اسناد کے ساتھ یہ

حدیث حسن ہے (۱۷) اور حسن حدیث حجت ہے۔

لیکن حضرت جابرؓ کا اپنا ایک قول اس متذکرہ بالا حدیث کے خلاف جاتا ہے اور وہ قول یہ ہے:

من اعطی فی صداق امرأة ملء کفیه سویقا او تمرا فقد استحل(۴۲)

جس نے عورت کو مہر میں لپ بھر ستو یا کھجوریں دیں تو اس نے اس کو اپنے اوپر حلال کرلیا۔

اس کے علاوہ حضرت جابر کی یہ حدیث سہل بن سعد الساعدی کی حدیث "التمس ولو خاتما من حدید (یعنی ڈھونڈو خواہ وہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو) ہے معارض ہے جسے بخاری اور مسلم جیسے محدثین کے علاوہ امام مالک نے اپنے "الموطا" میں بھی نقل کیا ہے۔ یہ حدیث تمام صحاح ستہ میں موجود ہے۔ بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ متفق علیہ حدیث ہے میں حدیث کا ذکر تفصیل کے ساتھ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

۴۔ مہر کی کم از کم مقدار کو سرقہ کے نصاب پر قیاس کرنے کے بارے میں ان فقہاء نے جو بحث کی ہے۔ اس پر مختلف زاویوں سے تنقید کی گئی ہے۔ نکاح سے عورت کا جسم شوہر کیلئے حلال ہوجاتا ہے۔ اور نکاح سنت رسول اللہ ﷺ ہے جبکہ چور کا ہاتھ سزا کے طور پر کاٹا جاتا ہے۔ اور چوری کرنا گناہ اور جرم ہے۔ نکاح شرمگاہ سے استمتاع کو مباح کرتا ہے۔ اس میں کوئی عضو تلف نہیں ہوتا جب کہ چوری کی سزا نافذ ہونے سے ہاتھ تلف ہوجاتا ہے۔ چوری کی سزا کے نفاذ میں چور کو تکلیف اٹھانا پڑتی ہے جبکہ نکاح سے لذت حاصل ہوتی ہے چوری گناہ ہے اور نکاح اطاعت الٰہی ہے۔

لہذا احناف کا یہ قیاس ان کے اپنے موقف کی دلیل کی حد تک مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اجماع کے ذریعے آیت قرآنی کے عام کی تخصیص کو جائز اور ضعیف حدیث کو متعدد طرق سے وارد ہونے کی بنا پر حسن کا درجہ دے کر مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ثابت کرنے کے باوجود احناف قیاس کو دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار کے بارے میں انہیں قرآن یا حدیث سے کوئی واضح قطعی نص نہیں ملی اسی لیے انہوں نے اپنے موقف کے تقویت کیلئے قیاس سے بھی کام لیا۔ ورنہ قطعی نص کی موجودگی میں قیاس کے سہارے کی کیا ضرورت تھی۔

## مہر کی کم از کم مقدار نہ ہونے کے دلائل اور ان کا تجزیہ

ایسے بہت سے آثار واقوال ملتے ہیں جو اس امر کی طرف نشاندہی کرتے ہیں کہ مہر کی مقدار دس درہم سے کم بھی ہوسکتی ہے۔ جس چیز پر بھی عورت یا اس کا ولی راضی ہو وہ مہر ہوسکتی ہے خواہ اس کی مقدار مالیت کے اعتبار سے دس درہم سے کم ہو۔ چند اہم دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مصافحین(۴۳)

ان کے سوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے۔ بشرطیکہ حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرو۔

اس آیت کے لفظ "اموالکم" میں اموال عام ہے جس میں کثیر بھی شامل ہے قلیل بھی۔ لہذا یہ آیت مہر کے کم از کم ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ مال کے ذریعے نکاح کرو۔ اب یہ مال قلیل ہونے کے اعتبار سے کتنا ہی ہو، آیت اس بارے میں کوئی پابندی نہیں لگاتی۔

۲۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہصلی اللہعلیہ وسلم جاءتہ امرأۃ فقالت یارسول اللہانی وھبت نفسی لکَ فقامت قیاما طویلا. فقال رجل فقال یارسول اللہصلی اللہعلیہ وسلم زوجنیھاان لم یکن لکَ بھا حاجۃ فقال رسول اللہصلی اللہعلیہ وسلم ھل عندکَ من شئی تصدقھا ایاہ فقال ماعندی الا ازاری ھذا فقال رسول اللہصلی علیہ وسلم ان اعطیتھا ایاہ جلست لا ازارک فالتمس شیئا فقال ماجد شیئا فقال فالتمس ولو خاتما من حدید. فلم یجد شیئا فقال لہ رسول اللہصلی علیہ وسلم ھل معکَ من القرآن فقال نعم سورۃ کذا وسورۃ کذا السورسماھا. فقال رسول اللہصلی علیہ وسلم قد انکحتھا بما معکَ من القرآن(۴۴)

ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے آپ سے کہا میں نے اپنی جان آپ کو بخشی۔ وہ عورت کافی دیر کھڑی رہی۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول اگر آپ کو اس عورت کی حاجت نہیں ہے تو میرا اس سے نکاح فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے پاس اس کو مہر میں دینے کیلئے کوئی چیز ہے؟ وہ شخص بولا میرے پاس سوائے تہبند کے کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تو تہبند اس کو دے دے گا تو بغیر تہبند کے

بیٹھے گا کوئی اور چیز ڈھونڈ۔اس نے کہا مجھے کچھ اور نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا ڈھونڈ اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ اس نے ڈھونڈا مگر کچھ نہ ملا تب آپ نے پوچھا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے۔اس نے کہا ہاں فلاں فلاں سورت یاد ہے اس نے کئی سورتوں کا نام لیا۔ آپ فرمایا میں نے اس قرآن کے عوض جو تجھ کو یاد ہے اس عورت کا تیرے ساتھ نکاح کردیا۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مہر کی مقدار قلیل بھی ہوسکتی ہے یہاں تک کہ وہ لوہے کی معمولی سی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

وخاتم الحدید لایسوی قریباً من الدرهم(A-۷۴)

لوہے کی انگوٹھی تقریباً ایک درہم کے مساوی بھی نہیں ہوتی۔اور مرد اگراتنی بھی مالی سکت نہ رکھتا ہو تو اس حد سے بھی نیچے آیا جاسکتا ہے جیسا کہ لوہے کی انگوٹھی نہ ملنے پر نبی کریم ﷺ نے متذکرہ شخص سے کسی اور چیز یا مال کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ یاد شدہ قرآنی سورتوں کے عوض اس شخص کا عورت سے نکاح کردیا۔

۳۔ حضرت ابوسعید الخدری روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لیس علی الرجل جناح ان یتزوج بماله بقلیل او کثیر اذا اشهد(۷۵)

اس شخص پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ اپنے تھوڑے یا زیادہ مال کے ساتھ شادی کرے جبکہ وہ اس پر گواہ بنائے۔

۴۔ عامر بن ربیعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جو بنی فزارہ سے تعلق رکھتا تھا،دو جوتیوں پر نکاح کیا تو حضور ﷺ نے اس نکاح کو جائز رکھا(۷۶)اس موقع پر آپ نے عورت سے پوچھا:

ارضیت من نفسک ومالک بنعلین قالت نعم فاجازه(۷۷)

کیا تو اپنی جان ومال سے دو جوتیوں پر راضی ہے اس نے کہا ہاں آپ نے اس نکاح کو جائز رکھا۔

۵۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:

ان کنا لننکح المراة علی الحفنة والحفنتین من الدقیق(۷۸)

ہم ایک عورت کے ساتھ ایک اور دو لپ پسے ہوئے آٹے پر نکاح کرلیا کرتے تھے۔

۶۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من اعطی فی الصداق امراۃ ملا کفیه سویقا او تمرافقد استحل(۷۹)
جس نے عورت کے مہر میں لپ بھر ستو یا کھجوریں دیں تو اس نے عورت کو اپنے اوپر حلال کرلیا۔

۷۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
ادوا العلائق قیل وماالعلائق یارسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیه وسلم قال ماتراضی به الاهلون(۸۰)
مہر ادا کرو۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ مہر کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا جس پر گھر والے بیویاں راضی ہوجائیں۔
اس حدیث کی تشریح میں امام شافعی کا قول ہے کہ صرف اسی چیز کو علق کہا جائے گا جو مال ہو خواہ وہ کتنی ہی قلیل ہو(۸۱)

۸۔ حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:
الصداق ماتراضی به الزوجان(۸۲)
مہر وہ ہے جس پر خاوند اور بیوی راضی ہوجائیں

۹۔ حضرت ابوسعید الخدری کی روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عورتوں کے مہر کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا:
مااصطلح علیه اهلوهم(۸۳)
جس پر ان کے گھر والے راضی ہوجائیں

۱۰۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے بارے میں حضرت انسؓ کی روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک عورت سے گٹھلی کے وزن کے برابر نکاح کیا۔
اس روایت کے الفاظ ہیں:
ان عبدالرحمن بن عوف تزوج امراۃ علی وزن نواۃ(۸۴)
عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک نواۃ وزن (کے سونے) پر ایک عورت سے نکاح کیا۔
ایک نواۃ وزن سونے کے بارے میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ پانچ درہم کے برابر ہوتا ہے(۸۵)

۱۱۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلیم کو نکاح کا پیغام

بھیجا۔ام سلیم نے کہا اللہ کی قسم! ابو طلحہ آپ رد کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن آپ کافر ہیں اور میں مسلمان ہوں۔ میرے لئے یہ جائز نہیں کہ میں آپ سے نکاح کروں۔ ہاں اگر آپ اسلام قبول کرلیں تو آپ کا اسلام لانا اور مسلمان ہونا مہر ہوگا۔ میں آپ سے کسی اور چیز کی درخواست نہیں کروں گی۔ بعدازاں ابوطلحہ مسلمان ہوگئے اور مسلمان ہونا ہی مہر رہا۔ ثابت(راوی جس نے انس سے روایت کیا) نے کہا میں نے کوئی ایسی عورت نہیں سنی جس کا مہر ام سلیم سے بہتر ہو کیونکہ ام سلیم کا مہر اسلام تھا(۸۶)

۱۲۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے:

یتزوج الرجل ولو بسواک(۸۷)

آدمی شادی کرے اگرچہ ایک مسواک پر ہی ہو۔

۱۳۔ حضرت ابن مسیبؒ کا قول ہے:

لاباس ان یتزوج الرجل ولوبسوط(۸۸)

اگر آدمی ایک چھڑی پر شادی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۴۔ حضرت سعید ابن المسیبؒ نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح دو درہموں پر کیا تھا(۸۹)

## تجزیہ

۱۔ قرآن مجید کی آیت(ان تبتغوا باموالکم) کے لفظ "اموال" کو عام قرار دینے کا موقف درست نظر آتا ہے کیونکہ قرآن کی کوئی دوسری آیت یا کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں ملتی جس نے اس آیت کے حکم کو خاص کردیا ہو۔ لہذا یہاں کوئی بھی شرعی مال مراد لیا جاسکتا ہے اور اس کی کتنی بھی مقدار ہوسکتی ہے۔

۲۔ سہل بن سعد الساعدی کی حدیث جس میں نبی اکرم ﷺ نے متذکرہ شخص کو کہا" فالتمس ولد خاتما من حدید "یعنی ڈھونڈو اگرچہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ جس کے ڈھونڈنے میں ناکام رہنے پر نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کا نکاح قرآن کی ان سورتوں پر کردیا جو اسے یاد تھیں۔

یہ حدیث ابوحازم نے سہل بن سعد الساعدی سے روایت کی ہے اور ابوحازم کا اصلی

نام مسلمۃ بن دینار المدنی ہے جو صغار التابعین میں شامل ہیں(۹۰)

یہ حدیث اسناد کے اعتبار سے حسن ہے(۹۱) ترمذی میں لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے(۹۲)

اس حدیث کی صحت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ متفق علیہ ہے یعنی اسے بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ اس کے علاوہ مالک نے اپنی الموطا میں اسے روایت کیا ہے۔ مزید یہ کہ بخاری و مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کی دیگر کتب سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی اور جامع نسائی میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

اس حدیث کے الفاظ "ولو خاتما من حدید" مہر کی مقدار کے معمولی ہونے پر صریح دلالت کرتے ہیں۔ ایک عام انگوٹھی جو لوہے کی بنی ہوئی ہو قیمت کے اعتبار سے بہت معمولی ہوتی ہے۔ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں کے رد کیلئے کافی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کم از کم مہر دس درہم ہے یا جو یہ کہتے ہیں کہ کم از کم حد ربع دینار یا تین درہم ہے(۹۳)

اس حدیث کے بارے میں احناف کا یہ موقف ہے کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دس درہم سے کم مالیت کا بھی مہر ہوسکتا ہے یا یہ کہ مہر کی کم از کم مقدار کی کوئی حد نہیں ہے۔ بلکہ نبی پاک ﷺ کے قول مبارک (فالتمس ولو خاتما من حدید" سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ نے مذکورہ شخص کو فوری طور پر کوئی چیز پیش کرنے کو کہا تھا(۹۴) اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ سے قبل مہر کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور بیوی کو دیا جائے بعض فقہاء کی یہ رائے ہے کہ شوہر اس وقت تک اپنی بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ نہیں کرسکتا جب تک وہ اپنی بیوی کو کچھ نہ دے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ سے شادی کے بعد ان سے ملاقات سے روک دیا تھا جب تک کہ وہ اپنی بیوی کو کچھ عطا نہ کریں(۹۵)

اس حدیث کی تفصیلات کے بارے میں احناف کی اپنی رائے ہے۔ لیکن ان تفصیلات کے ظاہر سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ زیادہ مہر باندھا جاسکتا ہے لیکن اگر قرائن سے معلوم ہوجائے کہ مرد اتنا زیادہ مہر ادا نہیں کرسکتا تو پھر مہر کی مالیت میں تخفیف کی جاسکتی ہے بلکہ بتدریج اس حد تک کمی کی جاسکتی ہے جس کی ادائیگی مرد کے لئے آسان ہو۔ اگرچہ

اس حدیث کی تفصیلات ایک شخصی واقعہ کی حد تک ہیں اور نبی اکرم ﷺ کا حکم (فالتمس ولو خاتمامن حدید) عام نہیں ہے۔ لیکن اس شخصی واقعہ کا حکم اس شخص کیلئے ہوسکتا ہے جس کی مالی حالت اور قرائن حدیث میں مذکور شخص سے ملتے جلتے ہوں۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ ایسا ضرورت کے تحت کیا گیا تھا کیونکہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمان غریب تھے اور ان کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا تھا کہ وہ مہر ادا کریں (۹۶) یہی ضرورت اب بھی پیش آسکتی ہے کہ کسی کے پاس دس درہم یا اس کی مالیت کے مساوی مال نہ ہو جسے وہ بطور مہر ادا کرسکے تو مہر کی مقدار میں تخفیف کرلی جانی چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

**تیاسروافی الصداق (۹۷)**

مہر میں آسانی پیدا کرو۔

۳۔ حضرت ابوسعید الخدری کی حدیث:

**لیس علی الرجل جناح ان یتزوج بماله بقلیل او بکثیر اذا اشهد**

کے بارے میں " الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ میں الفاظ کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ دار قطنی میں حدیث ابی سعید

**(لایضراحد کم بقلیل من ماله تزویج ام بکثیر بعد ان یشهد**

کی اسناد ضعیف ہے (۹۸)

۴۔ عامر بن ربیعہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی فزارہ کے ایک شخص کے نکاح کو جائز رکھا جس نے دو جوتیوں پر نکاح کیا تھا۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے (۹۹)

۵۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کا یہ قول کہ ہم ایک اور دولپ پسے ہوئے آٹے پر عورت سے نکاح کرلیتے تھے۔ اس کی اسناد میں عبداللہ بن واقد ابوقتادہ الحرانی ہیں جس کے بارے میں بخاری نے سکوت کرنے کو کہا ہے۔ دار قطنی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ابن معین نے اس روایت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ اس کے اسناد میں عبداللہ بن المومل المخزومی المکی ہے جو ضعیف راوی ہے (۱۰۰)

۷۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ حدیث (ما تراضی بہ الاھلون) کے اسناد میں محمد

بن عبدالرحمن کا نام آتا ہے جس کے بارے میں بخاری نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ ابن القطان نے کہا اس کی عدالت ثابت نہیں اور بظاہر ضعیف راوی ہے(۱۰۱)

۸۔ حضرت علیؓ کے قول (الصداق ماترضی به الزوجان) کو جعفر بن محمد بن علی بن الحسین جو کہ آئمہ میں سے ایک ہیں، نے اپنے والد محمد بن علی بن الحسین المعروف امام باقر سے روایت کیا ہے لیکن محمد بن علی بن الحسین نے حضرت علیؓ کو دیکھا نہیں ہے(۱۰۲)

## حاصل بحث

فریقین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے مہر کی کم از کم مقدار کے بارے میں قرآن اور حدیث سے کوئی قطعی نص نہیں ملتی۔

قرآن مجید کی آیت (ان تبتغوا باموالکم) سے دونوں گروہوں نے اپنے انداز میں استدلال کیا ہے لیکن یہ رائے راجح معلوم ہوتی ہے کہ اس آیت میں لفظ "اموال" میں کثیر اور قلیل دونوں مقداریں شامل ہیں۔

جو احادیث مہر کی کم از کم مقدار دس درہم کی حمایت میں لائی گئی ہیں ان کے بعض راویوں پر تنقید ہونے کی بنا پر انہیں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ ایک طرف اگر حضرت علیؓ کا ایک قول (لایکون المھر اقل من عشرۃ دراہم) دس درھم مہر کے کم از کم ہونے کے ثبوت میں ہے تو دوسری طرف حضرت علیؓ کا ہی یہ قول ملتا ہے کہ مہر وہی ہے جس پر خاوند اور بیوی راضی ہوں (الصداق ماتراضی به الزوجان) اگر پہلا قول راوی کے غیر معروف اور ضعیف ہونے کی بنا پر بلحاظ اسناد ضعیف ہے اور اس میں شعبی کا سماع حضرت علیؓ سے ثابت نہیں تو دوسرے قول میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ امام باقر نے حضرت علیؓ کو دیکھا نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت دس درہم کی حمایت میں ہے تو دوسری طرف انہی سے منسوب قول ہے کہ آٹے کے ایک اور دولپ پر بھی نکاح ہوجاتا تھا۔

حضرت علیؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ضعیف روایات کے مقابلے میں سہل بن سعد الساعدی کی روایت ہے (التمس ولو خاتما من حدید) ڈھونڈو اگرچہ وہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہو، اس روایت کو بخاری، مسلم، مالک ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ عامر بن ربیعہ کی حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنی فزارہ کے ایک آدمی

کا نکاح دو جوتیوں پر جائز رکھا اور یہ حدیث بھی حسن صحیح ہے۔ مزید یہ کہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے ایک عورت کے ساتھ ایک نواۃ یعنی پانچ درہم پر نکاح کیا اور یہ حدیث بھی صحیح بخاری میں موجود ہے۔

عورت کے مہر سے متعلق تمام روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے شریعت اسلامی کا جو مجموعی مزاج ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہر کی مقدار کے بارے میں کوئی ایک قطعی حکم نہیں ہے بلکہ یہ حالات وظروف کے تحت ہے۔ عورت کی معاشرتی حیثیت اور مرد کی مالی طاقت پر منحصر ہے کہ مہر کی مقدار کیا ہو۔ اگر فریقین شادی پر رضامند ہوں تو محض مہر کی مقدار اس نکاح میں رکاوٹ نہیں بننی چاہیے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

خیرالنکاح ایسرہ(۱۰۳)

بہترین نکاح وہ ہے جو آسانی پیدا کرے

جو لوگ بیاہ شادی کے موقع پر دوسری غیر ضروری اور فضول رسموں پر لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہا کر اپنی امارت ظاہر کرنے اور برادری میں اپنی ناک اونچی رکھنے کی کوشش کریں لیکن عورت کا مہر مقرر کرتے وقت انہیں خودساختہ شریعت یاد آجائے اور دس درہم کو "شرعی" مہر قرار دے کر عورت کو بتیس روپے آٹھ آنے پر ٹرخادیں، معاشرہ ایسے لوگوں پر سماجی دباؤ ڈالے کہ وہ عورتوں کے معمولی مہر نہ باندھیں دوسری طرف مہر کی مقدار میں تخفیف اور لچک کا رویہ اپنے اندر بہت سی حکمتیں رکھتا ہے۔ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ ہر بالغ مرد وزن نکاح جیسے مقدس بندھن میں جڑ کر خاندان کی بنیاد رکھیں۔ اپنی فطری خواہشات کی تسکین فطری اور جائز طریقوں سے کریں۔ بھاری مہر کی وجہ سے مسلمان مرد اور عورتیں شادی سے محروم نہ رہ جائیں اور معاشرے میں نکاح مہنگا اور زنا سستا نہ ہوجائے۔

# حوالہ جات


١. سورۃالنساء: آیت۴

٢. سورۃالنساء: آیت۴

٣. سورۃ البقرۃ:آیت ۲۳۷

۴. ابن ماجہ،ابوعبداللہ محمد بن یزید.سنن ابن ماجہ. مترجم وحیدالزمان . اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور.۲/ ۳۷

۵. الدار قطنی،علی بن عمر.سنن دار قطنی. السید عبد اللہ یمانی المدنی بالمدنیۃ المنورۃ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء ۳/۲۴۴

٦.

۷. ابن عابدین،محمدامین.حاشیۃ ردالمحتار.عباس ومحمد محمود المجلسی وشرکاء ہم ۱۳۸۶ھ/۱۹۶٦ ۳/ ۱۰۰الجصاص،ابوبکر احمد بن علی الرازی،م.۳۸۰ھ.احکام القرآن. سہیل اکیڈمی لاہور۲/۱۴۲

٨. ابن عابدین :حاشیۃ ردالمحتار۳/ ۱۰۰

٩. ابن الہمام،شرح فتح القدیر.مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۸۰ ۳/۳۱۲

١٠. الدسوقی،حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر العلامۃ محمد عرفۃ الدسوقی علی شرح الکبیر لابی البرکات
سیدی احمد الدردیر. عیسی البابی الحلبی وشرکاء۲/۲۹۴
الخرشی علی مختصر الخلیل . دار صادر بیروت ۳/۲۵۳

١١. ابن قدامۃ ابو محمد موفق الدین عبداللہ.الکافی فی فقہ الامام احمد بن حنبل. منشورات المکتب الاسلامی بدمشق ۲/ ۷۰۸

١٢. سورۃالنساء. آیت۲۴

١٣. القرطبی،ابوعبد اللہ محمد بن احمد الانصاری. الجامع لاحکام القرآن . داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹٦۵ء م ۳/۱۲۹

١۴. العینی.ابومحمد محمودبن احمد. البنایۃ فی شرح الہدایۃ. المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ دارالفکر۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء ۴/٦۴۸

١۵. سورۃالنساء. آیت۴

١٦. القرطبی . الجامع الاحکام القرآن ۳/۲۴

١٧. القرطبی . الجامع لاحکام القرآن ۳/ ۲۳

١٨. ابن العربی، ابوبکر محمد بن عبداللہم ۵۴۳ھ احکام القرآن. تحقیق علی محمد البجاوی دارالمعرفۃ بیروت۱/ ۳۱٦

۱۹. سورۃ البقرہ : آیت ۲۳۷

۲۰. سورہ النساء : آیت ۲۴

۲۱. سورہ النساء : آیت ۴

۲۲. النسائی،السنن،مترجم دوست محمدشاکروحافظ عبدالقادر.حامداینڈ کمپنی اردوبازار لاہور۲/۴۱۳

۲۳. القرطبی . الجامع لاحکام القرآن ۲/۲۳

۲۴. جامع الترمذی. مترجم بدیع الزمان نعمانی کتب خانہ اردوبازار لاہور۱/۶۶۸

۲۵. جامع الترمذی. مترجم بدیع الزمان نعمانی کتب خانہ اردوبازار لاہور۱/۶۶۸

۲۶. سورہ النساء : آیت ۲۰

۲۷. سورہ النساء : آیت ۲۴

۲۸. سیرت ابن ہشام. مترجم عبدالجلیل صدیقی.شیخ غلام علی اینڈ سنزپبلیشرز کشمیری بازار لاہور۱۹۶۲ء.۱۸۲۱

۲۹. سنن ابن ماجہ ، ۲/۳۷

۳۰. شبلی نعمانی.سیرۃ النبی صلی اللہعلیہ وسلم.مکتبہ تعمیرانسانیت لاہور. ۱۹۷۵ء۲/۳۷۵

۳۱. سنن ابوداؤد. مترجم وحیدالزمان اسلامی اکیڈمی اردوبازار لاہور.۲/۱۴۳
سنن نسائی ۲/۴۱۲

۳۲. سنن ابن ماجہ ۲/ ۳۵

۳۳. محمد یحیٰ بن ابوبکرمالکی.حضرت عثمان شہید.مترجم کوکب شادا نفیس اکیڈمی کراچی۱۹۷۹ء ص۲۲

۳۴. عبد الرزاق. المصنف مکتب اسلامی.۶/۱۷۴

۳۵. اقضیۃ الرسول لابن الصلاح مترجم ڈاکٹر ادارہ معارف اسلامی لاہورص۳۶۸

۳۶. عبدالرزاق . المصنف ۶/۱۷۶

۳۷. مسلم بن حجاج . صحیح مسلم. مترجم وحیدالزمان نعمانی کتب خا اردو بازار لاہور.۱۹۸۱ء۲/۲۳

۳۸. ابن العربی. احکام القرآن ۱/ ۳۶۵

۳۹. عبدالرزاق . المصنف ۶/ ۱۸۰

۴۰. القرطبی . الجامع لاحکام القرآن ۳/۹۹

۴۱. ابن حجر العسقلانی ، الحافظ احمد بن علی م ۸۵۲. فتح الباری.
دارنشرالکتب الاسلامیة شیش محل روڈ لاہور.۲۰۴/۹

۴۲. سنن ابوداؤد ۱۴۳/۲

۴۳. عبدالرزاق . المصنف ۱۸۰/۶

۴۵. مالک بن انس. المدونة الکبری. دارصادر بیروت.۲۲۳/۲
ابن رشد،محمدبن احمد بن محمد بن احمد. بدایة المجتهد ونهایة
المقتصد. اسلامک پبلیشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور۱۴/۲

۴۶. ابن حزم، ابومحمدعلی بن احمد بن سعید، المحلی. دارالافاق الجدیده.
بیروت. ۴۹۵/۹

۴۷. ابن رشد: بدایة المجتهد.۱۴/۲
الجصاص :احکام القرآن ۱۴۰/۲
ابن قدامة ، ابو محمد عبداللہبن احمدبن محمد. المغنی. مکتبة الریاض
الحدیثیة ریاض۶۸۰/۶

۴۸. سورة النساء آیت ۲۴

۴۹. شرح فتح القدیر.۳۲۰/۲
احکام القرآن للجصاص ۱۴۰/۲

۵۰. احکام القرآن للجصاص ۱۴۰/۲

۵۱. المصنف عبدالرزاق ۱۷۹/۶

۵۲. سنن الدار قطنی ۲۴۵/۳

۵۳. سنن الدار قطنی ۲۴۵/۳

۵۴. شرح فتح القدیر.۳۲۰/۲ احکام القرآن للجصاص ۱۴۰/۲. فتح الباری
لابن حجر۲۰۹/۹.المرغینانی، ابو الحسن علی بن ابوبکربن
عبد الجلیل. کتاب‌النکاح من الهدایة.المکتبة العلمیةلیک روڈ لاہور.ص۲۳

۵۵. مختصرسنن ابی داؤدللحافظ المنذری.المکتبةالاثریه.سانگله هل
پاکستان.۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء/۲۲۰/۶

۵۶. ابن قدامة المغنی ۶۸۰/۶
ابن حزم . المحلی ۴۹۶/۹

۵۷. مختصر سنن ابی داؤد ۲۱۹/۶

۵۸. مختصر سنن ابی داؤد ۲۱۹/۶

۵۹. مختصر سنن ابی داؤد ۲۱۹/۶

۶۰. سنن الدارقطنی ۲۴۵/۳
العینی.البنایة فی شرح الهدایة ۶۳۹/۳

الزیلعی،ابومحمدعبداللّٰہبن یوسف م۷۶۲ھ نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ.
دارالنشر الکتب الاسلامیہ شیش محل روڈ لاہور۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء۱۹۹/۳
۶۱. الزیلعی، نصب الرایۃ لاحادیث الھدیۃ.۱۹۹/۳
۶۲. سنن الدارقطنی ۲۴۵/۳
۶۳. ظفراحمدالعثمانی اعلاء السنن.ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ.کراتشی باکستان۸۱/۱۱
۶۴. ظفراحمدالعثمانی اعلاء السنن.ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ.کراتشی باکستان۸۰/۱۱
۶۵. ابن نجیم،البحرالرائق شرح کنزالدقائق وبھامشۃ الحاشیۃ ابن عابدین المکتبۃ الماجدیۃ کوئتہ.۲۷۵/۲
الکاسانی،ابوبکربن مسعود ،بدائع الصنائع فی ترتیب الرشرائع.ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی.۱۴۰۰ھ۲۴۲/۲
۶۶. محمودالطحان،الدکتور.تیسیر مصطلح الحدیث. نشرالسنۃ ملتان ص:۶۴
۶۷. سنن الدارقطنی ۲۴۵/۳
۶۸. ابن رشد،بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقصد۱۶/۲
۶۹. سنن الدارقطنی ۲۴۵/۳
۷۰. ابن حزم،المحلی۴۹۵/۹
۷۱. الزیلعی، نصب الرایۃ لاحادیث الھدیۃ.۱۹۹/۳
۷۲. سنن ابوداؤد۱۴۴/۲
۷۳. سورۃ النساء آیت ۲۴
۷۴. بخاری،محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری،مکتبۃتعمیرانسانیت لاہور.۳/۷۳.۳/۸۵.۳/۱۷.۳/۹۰.۳/۹۱.۳/۹۳.۳/۹۶.
صحیح مسلم۲/۲۳
مالک بن انس.الموطا. مترجم وحیدالزمان اسلامی اکیڈمی اردوبازار لاہور.۱۴۰۲ھ .ص۷۸ سنن ابن ماجہ ۳۶/۲ .سنن ابوداؤد۱۴۵/۲
سنن نسائی۷۰/۲.۴۱۴/۲ جامع ترمذی مترجم بدیع الزمان نعمانی کتب خانہ اردوبازارلاہور۱۹۸۸ء ۳۹۷/۱
۷۴.A. الشافعی ،محمدبن ادریس،الام.دارالمعرفہ بیروت.۱۳۹۳ھ۱۹۷۳ء.۵۹/۵
۷۵. سنن الدارقطنی ۲۴۴/۳
۷۶. سنن ابن ماجہ ۳۶/۲
۷۷. جامع ترمذی ۳۹۷/۱

۷۸. سنن الدارقطنی ۳/۲۴۲

۷۹. سنن ابوداؤد ۲/۱۴۴

۸۰. سنن الدارقطنی ۳/۲۴۴

۸۱. الشافعی . الأم ۵۸/۵

۸۲. سنن الدارقطنی ۳/۲۴٦

۸۳. سنن الدارقطنی ۳/۲۴۲

۸۴. صحیح بخاری ۳/۹۵،۳/۹۷ .سنن ابوداؤد ۲/۱۴۴ .سنن نسائی ۲/۴۱۳

۸۵. سنن ابن ماجه ۳/۴۳

۸٦. سنن نسائی ۲/۴۰۸

۸۷. عبدالرزاق: المصنف ٦/۱۷۹

۸۸. عبدالرزاق: المصنف ٦/۱۷۸

۸۹. ابن قدامة: المغنی ٦/٦۸۰

۹۰. إبن حجر العسقلانی.فتح الباری ۹/۲۰۵

۹۱. ابن عابدین.حاشیة رد المحتار۳/۱۰۱

۹۲. جامع ترمذی۱/۳۹۸

۹۳. ابن حجر العسقلانی.فتح الباری ۹/۲۰۹

۹۴. الجصاص: احکام القرآن ۳/۱۴۲

۹۵. ابن عابدین.حاشیة رد المحتار۳/۱۰۱

۹٦. العینی. البنایة فی شرح الهدایة ۴/٦۵۱

۹۷. عبدالرزاق: المصنف ٦/۱۷۳

۹۸. ابن حجر العسقلانی. الدرایة فی تخریج الهدایة .المکتبة الاثریة سانگله هل شیخوپوره۲/٦۳۱

۹۹. ابن رشد. بدایة المجتهد.۲/۱۵ جامع ترمذی ۱/۳۹۷

۱۰۰. سنن الدارقطنی ۳/۲۴۲

۱۰۱. سنن الدارقطنی ۳/۲۴۲

۱۰۲. سنن الدارقطنی ۳/۲۴۲

۱۰۳. ابن العربی.احکام القرآن۱/۳٦۴